[](https://rekhta.org/poets/akhtar-shirani/?lang=ur)

**اختر شیرانی**

* 1905-1948
* لاھور

مقبول ترین اردو شاعروں میں شامل ، شدید رومانی شاعری کے لئے مشہور

# آنسو

میرے پہلو میں جو بہہ نکلے تمہارے آنسو

بن گئے شام محبت کے ستارے آنسو

دیکھ سکتا ہے بھلا کون یہ پارے آنسو

میری آنکھوں میں نہ آ جائیں تمہارے آنسو

شمع کا عکس جھلکتا ہے جو ہر آنسو میں

بن گئے بھیگی ہوئی رات کے تارے آنسو

مینہ کی بوندوں کی طرح ہو گئے سستے کیوں آج

موتیوں سے کہیں مہنگے تھے تمہارے آنسو

صاف اقرار محبت ہو زباں سے کیوں کر

آنکھ میں آ گئے یوں شرم کے مارے آنسو

ہجر ابھی دور ہے میں پاس ہوں اے جان وفا

کیوں ہوئے جاتے ہیں بے چین تمہارے آنسو

صبح دم دیکھ نہ لے کوئی یہ بھیگا آنچل

میری چغلی کہیں کھا دیں نہ تمہارے آنسو

اپنے دامان و گریباں کو میں کیوں پیش کروں

ہیں مرے عشق کا انعام تمہارے آنسو

دم رخصت ہے قریب اے غم فرقت خوش ہو

کرنے والے ہیں جدائی کے اشارے آنسو

صدقے اس جان محبت کے میں اخترؔ جس کے

رات بھر بہتے رہے شوق کے مارے آنسو

# انگوٹھی

چھپاؤں کیوں نہ دل میں خاتم گوہر نگار اس کی

یہی لے دے کے میرے پاس ہے اک یادگار اس کی

یہ تنہائی میں میرے لب تک آ کر مسکراتی ہے

اور اپنی مالکہ کی طرح دل کو گدگداتی ہے

قلم کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہر وقت رہتی ہے

اور اس کے دست رنگیں کے فسانے مجھ سے کہتی ہے

طلائی انگلیوں کا جب مجھے قصہ سناتی ہے

تصور میں ستاروں کے سے پیکر کھینچ لاتی ہے

مری سلمیٰؔ کو اس نے شاد اور ناشاد دیکھا ہے

گہے مسرور گاہے مائل فریاد دیکھا ہے

اسے معلوم ہیں اچھی طرح بیتابیاں اس کی

نہیں پوشیدہ اس کی آنکھ سے بے خوابیاں اس کی

شب تنہائی میں اس نے اسے بے دار پایا ہے

اور اکثر دیدۂ سرشار کو خوں بار پایا ہے

اسے معلوم ہے وہ کس طرح مغموم رہتی تھی

کسی کے غم میں لطف زیست سے محروم رہتی تھی

مرا خط پڑھ کے وہ کس کس ناز سے مسرور ہوتی تھی

پھر اپنی بے بسی پر کس طرح رنجور ہوتی تھی

یہ شاہد ہے کہ اس کی شام غم کیوں کر گزرتی تھی

یہ شاہد ہے کہ وہ رو رو کے کیوں کر صبح کرتی تھی

وہ جب دل تھام لیتی تھی ہجوم غم سے گھبرا کر

تو یہ کرتی تھی اس کی غم گساری دل کے پاس آ کر

اسے معلوم ہے جو درد تھا اس پاک سینے میں

بسی ہیں اس کے دل کی دھڑکنیں اس کے نگینے میں

پہنچتی ہیں شعاعیں اس کی جس دم چشم حیراں تک

تصور مجھ کو لے اڑتا ہے سلمیٰؔ کے شبستاں تک

جہاں سلمیٰؔ کے اور میرے سوا ہوتا نہیں کوئی

انگوٹھی کھوئی جاتی ہے مگر کھوتا نہیں کوئی

# او دیس سے آنے والے بتا

او دیس سے آنے والا ہے بتا

او دیس سے آنے والے بتا

کس حال میں ہیں یاران وطن

آوارۂ غربت کو بھی سنا

کس رنگ میں ہے کنعان وطن

وہ باغ وطن فردوس وطن

وہ سرو وطن ریحان وطن

او دیس سے آنے والے بتا

او دیس سے آنے والے بتا

کیا اب بھی وہاں کے باغوں میں

مستانہ ہوائیں آتی ہیں

کیا اب بھی وہاں کے پربت پر

گھنگھور گھٹائیں چھاتی ہیں

کیا اب بھی وہاں کی برکھائیں

ویسے ہی دلوں کو بھاتی ہیں

او دیس سے آنے والے بتا

او دیس سے آنے والے بتا

کیا اب بھی وطن میں ویسے ہی

سرمست نظارے ہوتے ہیں

کیا اب بھی سہانی راتوں کو

وہ چاند ستارے ہوتے ہیں

ہم کھیل جو کھیلا کرتے تھے

کیا اب وہی سارے ہوتے ہیں

او دیس سے آنے والے بتا

او دیس سے آنے والے بتا

کیا اب بھی شفق کے سایوں میں

دن رات کے دامن ملتے ہیں

کیا اب بھی چمن میں ویسے ہی

خوش رنگ شگوفے کھلتے ہیں

برساتی ہوا کی لہروں سے

بھیگے ہوئے پودے ہلتے ہیں

او دیس سے آنے والے بتا

او دیس سے آنے والے بتا

شاداب و شگفتہ پھولوں سے

معمور ہیں گل زار اب کہ نہیں

بازار میں مالن لاتی ہے

پھولوں کے گندھے ہار اب کہ نہیں

اور شوق سے ٹوٹے پڑتے ہیں

نوعمر خریدار اب کہ نہیں

او دیس سے آنے والے بتا

او دیس سے آنے والے بتا

کیا شام پڑے گلیوں میں وہی

دلچسپ اندھیرا ہوتا ہے

اور سڑکوں کی دھندلی شمعوں پر

سایوں کا بسیرا ہوتا ہے

باغوں کی گھنیری شاخوں میں

جس طرح سویرا ہوتا ہے

او دیس سے آنے والے بتا

او دیس سے آنے والے بتا

کیا اب بھی وہاں ویسی ہی جواں

اور مدھ بھری راتیں ہوتی ہیں

کیا رات بھر اب بھی گیتوں کی

اور پیار کی باتیں ہوتی ہیں

وہ حسن کے جادو چلتے ہیں

وہ عشق کی گھاتیں ہوتی ہیں

او دیس سے آنے والے بتا

او دیس سے آنے والے بتا

میرانیوں کے آغوش میں ہے

آباد وہ بازار اب کہ نہیں

تلواریں بغل میں دابے ہوئے

پھرتے ہیں طرحدار اب کہ نہیں

اور بہلیوں میں سے جھانکتے ہیں

ترکان سیہ کار اب کہ نہیں

او دیس سے آنے والے بتا

او دیس سے آنے والے بتا

کیا اب بھی مہکتے مندر سے

ناقوس کی آواز آتی ہے

کیا اب بھی مقدس مسجد پر

مستانہ اذاں تھراتی ہے

اور شام کے رنگیں سایوں پر

عظمت کی جھلک چھا جاتی ہے

او دیس سے آنے والے بتا

او دیس سے آنے والا بتا

کیا اب بھی وہاں کے پنگھٹ پر

پنہاریاں پانی بھرتی ہیں

انگڑائی کا نقشہ بن بن کر

سب ماتھے پہ گاگر دھرتی ہیں

اور اپنے گھروں کو جاتے ہوئے

ہنستی ہوئی چہلیں کرتی ہیں

او دیس سے آنے والے بتا

او دیس سے آنے والے بتا

برسات کے موسم اب بھی وہاں

ویسے ہی سہانے ہوتے ہیں

کیا اب بھی وہاں کے باغوں میں

جھولے اور گانے ہوتے ہیں

اور دور کہیں کچھ دیکھتے ہی

نوعمر دیوانے ہوتے ہیں

او دیس سے آنے والے بتا

او دیس سے آنے والے بتا

کیا اب بھی پہاڑی چوٹیوں پر

برسات کے بادل چھاتے ہیں

کیا اب بھی ہوائے ساحل کے

وہ رس بھرے جھونکے آتے ہیں

اور سب سے اونچی ٹیکری پر

لوگ اب بھی ترانے گاتے ہیں

او دیس سے آنے والے بتا

او دیس سے آنے والے بتا

کیا اب بھی پہاڑی گھاٹیوں میں

گھنگھور گھٹائیں گونجتی ہیں

ساحل کے گھنیرے پیڑوں میں

برکھا کی ہوائیں گونجتی ہیں

جھینگر کے ترانے جاگتے ہیں

موروں کی صدائیں گونجتی ہیں

او دیس سے آنے والے بتا

او دیس سے آنے والے بتا

کیا اب بھی وہاں میلوں میں وہی

برسات کا جوبن ہوتا ہے

پھیلے ہوئے بڑ کی شاخوں میں

جھولوں کا نشیمن ہوتا ہے

امڈے ہوئے بادل ہوتے ہیں

چھایا ہوا ساون ہوتا ہے

او دیس سے آنے والے بتا

او دیس سے آنے والے بتا

کیا شہر کے گرد اب بھی ہے رواں

دریائے حسیں لہرائے ہوئے

جوں گود میں اپنے من کو لیے

ناگن ہو کوئی تھرائے ہوئے

یا نور کی ہنسلی حور کی گردن

میں ہو عیاں بل کھائے ہوئے

او دیس سے آنے والے بتا

او دیس سے آنے والے بتا

کیا اب بھی فضا کے دامن میں

برکھا کے سمے لہراتے ہیں

کیا اب بھی کنار دریا پر

طوفان کے جھونکے آتے ہیں

کیا اب بھی اندھیری راتوں میں

ملاح ترانے گاتے ہیں

او دیس سے آنے والے بتا

او دیس سے آنے والے بتا

کیا اب بھی وہاں برسات کے دن

باغوں میں بہاریں آتی ہیں

معصوم و حسیں دوشیزائیں

برکھا کے ترانے گاتی ہیں

اور تیتریوں کی طرح سے رنگیں

جھولوں پر لہراتی ہیں

او دیس سے آنے والے بتا

او دیس سے آنے والے بتا

کیا اب بھی افق کے سینے پر

شاداب گھٹائیں جھومتی ہیں

دریا کے کنارے باغوں میں

مستانہ ہوائیں جھومتی ہیں

اور ان کے نشیلے جھونکوں سے

خاموش فضائیں جھومتی ہیں

او دیس سے آنے والے بتا

او دیس سے آنے والے بتا

کیا شام کو اب بھی جاتے ہیں

احباب کنار دریا پر

وہ پیڑ گھنیرے اب بھی ہیں

شاداب کنار دریا پر

اور پیار سے آ کر جھانکتا ہے

مہتاب کنار دریا پر

او دیس سے آنے والے بتا

او دیس سے آنے والے بتا

کیا آم کے اونچے پیڑوں پر

اب بھی وہ پپیہے بولتے ہیں

شاخوں کے حریری پردوں میں

نغموں کے خزانے گھولتے ہیں

ساون کے رسیلے گیتوں سے

تالاب میں امرس گھولتے ہیں

او دیس سے آنے والے بتا

او دیس سے آنے والے بتا

کیا پہلی سی ہے معصوم ابھی

وہ مدرسے کی شاداب فضا

کچھ بھولے ہوئے دن گزرے ہیں

جس میں وہ مثال خواب فضا

وہ کھیل وہ ہم سن وہ میداں

وہ خواب گہہ مہتاب فضا

او دیس سے آنے والے بتا

او دیس سے آنے والے بتا

کیا اب بھی کسی کے سینے میں

باقی ہے ہماری چاہ بتا

کیا یاد ہمیں بھی کرتا ہے

اب یاروں میں کوئی آہ بتا

او دیس سے آنے والے بتا

للہ بتا للہ بتا

او دیس سے آنے والے بتا

او دیس سے آنے والے بتا

کیا ہم کو وطن کے باغوں کی

مستانہ فضائیں بھول گئیں

برکھا کی بہاریں بھول گئیں

ساون کی گھٹائیں بھول گئیں

دریا کے کنارے بھول گئے

جنگل کی ہوائیں بھول گئیں

او دیس سے آنے والے بتا

او دیس سے آنے والے بتا

کیا گاؤں میں اب بھی ویسی ہی

مستی بھری راتیں آتی ہیں

دیہات کی کمسن ماہ وشیں

تالاب کی جانب جاتی ہیں

اور چاند کی سادہ روشنی میں

رنگین ترانے گاتی ہیں

او دیس سے آنے والے بتا

او دیس سے آنے والے بتا

کیا اب بھی گجردم چرواہے

ریوڑ کو چرانے جاتے ہیں

اور شام کے دھندلے سایوں کے

ہم راہ گھروں کو آتے ہیں

اور اپنی رسیلی بانسریوں

میں عشق کے نغمے گاتے ہیں

او دیس سے آنے والے بتا

او دیس سے آنے والے بتا

کیا گاؤں پہ اب بھی ساون میں

برکھا کی بہاریں چھاتی ہیں

معصوم گھروں سے بھور بھئے

چکی کی صدائیں آتی ہیں

اور یاد میں اپنے میکے کی

بچھڑی ہوئی سکھیاں گاتی ہیں

او دیس سے آنے والے بتا

او دیس سے آنے والے بتا

دریا کا وہ خواب آلودہ سا گھاٹ

اور اس کی فضائیں کیسی ہیں

وہ گاؤں وہ منظر وہ تالاب

اور اس کی ہوائیں کیسی ہیں

وہ کھیت وہ جنگل وہ چڑیاں

اور ان کی صدائیں کیسی ہیں

او دیس سے آنے والے بتا

او دیس سے آنے والے بتا

کیا اب بھی پرانے کھنڈروں پر

تاریخ کی عبرت طاری ہے

ان پورنا کے اجڑے مندر پر

مایوسی و حسرت طاری ہے

سنسان گھروں پر چھاؤنی کے

ویرانی و رقت طاری ہے

او دیس سے آنے والے بتا

او دیس سے آنے والے بتا

آخر میں یہ حسرت ہے کہ بتا

وہ غارت ایماں کیسی ہے

بچپن میں جو آفت ڈھاتی تھی

وہ آفت دوراں کیسی ہے

ہم دونوں تھے جس کے پروانے

وہ شمع شبستاں کیسی ہے

او دیس سے آنے والے بتا

او دیس سے آنے والے بتا

مرجانا تھا جس کا نام بتا

وہ غنچہ دہن کس حال میں ہے

جس پر تھے فدا طفلان وطن

وہ جان وطن کس حال میں ہے

وہ سرو چمن وہ رشک سمن

وہ سیم بدن کس حال میں ہے

او دیس سے آنے والے بتا

او دیس سے آنے والے بتا

کیا اب بھی رخ گلرنگ پہ وہ

جنت کے نظارے روشن ہیں

کیا اب بھی رسیلی آنکھوں میں

ساون کے ستارے روشن ہیں

او دیس سے آنے والے بتا

او دیس سے آنے والے بتا

کیا اب بھی شہابی عارض پر

گیسوئے سیہ بل کھاتے ہیں

یا بحر شفق کی موجوں پر

دو ناگ پڑے لہراتے ہیں

اور جن کی جھلک سے ساون کی

راتوں کے سپنے آتے ہیں

او دیس سے آنے والے بتا

او دیس سے آنے والے بتا

اب نام خدا ہوگی وہ جواں

میکے میں ہے یا سسرال گئی

دوشیزہ ہے یا آفت میں اسے

کمبخت جوانی ڈال گئی

گھر پر ہی رہی یا گھر سے گئی

خوش حال رہی خوش حال گئی

او دیس سے آنے والے بتا

# اے عشق کہیں لے چل

اے عشق کہیں لے چل اس پاپ کی بستی سے

نفرت گہہ عالم سے لعنت گہہ ہستی سے

ان نفس پرستوں سے اس نفس پرستی سے

دور اور کہیں لے چل!

اے عشق کہیں لے چل!

ہم پریم پجاری ہیں تو پریم کنہیا ہے

تو پریم کنہیا ہے یہ پریم کی نیا ہے

یہ پریم کی نیا ہے تو اس کا کھویا ہے

کچھ فکر نہیں لے چل!

اے عشق کہیں لے چل!

بے رحم زمانے کو اب چھوڑ رہے ہیں ہم

بے درد عزیزوں سے منہ موڑ رہے ہیں ہم

جو آس کہ تھی وہ بھی اب توڑ رہے ہیں ہم

بس تاب نہیں لے چل!

اے عشق کہیں لے چل!

یہ جبر کدہ آزاد افکار کا دشمن ہے

ارمانوں کا قاتل ہے امیدوں کا رہزن ہے

جذبات کا مقتل ہے جذبات کا مدفن ہے

چل یاں سے کہیں لے چل!

اے عشق کہیں لے چل!

آپس میں چھل اور دھوکے سنسار کی ریتیں ہیں

اس پاپ کی نگری میں اجڑی ہوئی پرتیں ہیں

یاں نیائے کی ہاریں ہیں انیائے کی جیتیں ہیں

سکھ چین نہیں لے چل!

اے عشق کہیں لے چل!

اک مذبح جذبات و افکار ہے یہ دنیا

اک مسکن اشرار و آزار ہے یہ دنیا

اک مقتل احرار و ابرار ہے یہ دنیا

دور اس سے کہیں لے چل!

اے عشق کہیں لے چل!

یہ درد بھری دنیا بستی ہے گناہوں کی

دل چاک امیدوں کی سفاک نگاہوں کی

ظلموں کی جفاؤں کی آہوں کی کراہوں کی

ہیں غم سے حزیں لے چل!

اے عشق کہیں لے چل!

آنکھوں میں سمائی ہے اک خواب نما دنیا

تاروں کی طرح روشن مہتاب نما دیا

جنت کی طرح رنگیں شاداب نما دنیا

للّٰلہ وہیں لے چل!

اے عشق کہیں لے چل!

وہ تیر ہو ساگر کی رت چھائی ہو پھاگن کی

پھولوں سے مہکتی ہو پروائی گھنے بن کی

یا آٹھ پہر جس میں جھڑ بدلی ہو ساون کی

جی بس میں نہیں لے چل!

اے عشق کہیں لے چل!

قدرت ہو حمایت پر ہمدرد ہو قسمت بھی

سلمیٰؔ بھی ہو پہلو میں سلمیٰؔ کی محبت بھی

ہر شے سے فراغت ہو اور تیری عنایت بھی

اے طفل حسیں لے چل!

اے عشق کہیں لے چل!

اے عشق ہمیں لے چل اک نور کی وادی میں

اک خواب کی دنیا میں اک طور کی وادی میں

حوروں کے خیالات مسرور کی وادی میں

تا خلد بریں لے چل!

اے عشق کہیں لے چل!

سنسار کے اس پار اک اس طرح کی بستی ہو

جو صدیوں سے انساں کی صورت کو ترستی ہو

اور جس کے نظاروں پر تنہائی برستی ہو

یوں ہو تو وہیں لے چل!

اے عشق کہیں لے چل!

مغرب کی ہواؤں سے آواز سی آتی ہے

اور ہم کو سمندر کے اس پار بلاتی ہے

شاید کوئی تنہائی کا دیس بتاتی ہے

چل اس کے قریں لے چل!

اے عشق کہیں لے چل!

اک ایسی فضا جس تک غم کی نہ رسائی ہو

دنیا کی ہوا جس میں صدیوں سے نہ آئی ہو

اے عشق جہاں تو ہو اور تیری خدائی ہو

اے عشق وہیں لے چل!

اے عشق کہیں لے چل!

ایک ایسی جگہ جس میں انسان نہ بستے ہوں

یہ مکر و جفا پیشہ حیوان نہ بستے ہوں

انساں کی قبا میں یہ شیطان نہ بستے ہوں

تو خوف نہیں لے چل!

اے عشق کہیں لے چل!

برسات کی متوالی گھنگھور گھٹاؤں میں

کہسار کے دامن کی مستانہ ہواؤں میں

یا چاندنی راتوں کی شفاف فضاؤں میں

اے زہرہ جبیں لے چل!

اے عشق کہیں لے چل!

ان چاند ستاروں کے بکھرے ہوئے شہروں میں

ان نور کی کرنوں کی ٹھہری ہوئی نہروں میں

ٹھہری ہوئی نہروں میں سوئی ہوئی لہروں میں

اے خضر حسیں لے چل!

اے عشق کہیں لے چل!

اک ایسی بہشت آئیں وادی میں پہنچ جائیں

جس میں کبھی دنیا کے غم دل کو نہ تڑپائیں

اور جس کی بہاروں میں جینے کے مزے آئیں

لے چل تو وہیں لے چل!

اے عشق کہیں لے چل!

# ایک حسن فروش سے

محبت آہ تیری یہ محبت رات بھر کی ہے

تری رنگین خلوت کی لطافت رات بھر کی ہے

ترے شاداب ہونٹوں کی عنایت رات بھر کی ہے

ترے مستانہ بوسوں کی حلاوت رات بھر کی ہے

مہ روشن ہے تو اور تیری طلعت رات بھر کی ہے

گل شبو ہے تو اور تیری نکہت رات بھر کی ہے

تو کیا جانے کہ سودائے محبت کس کو کہتے ہیں

محبت اور محبت کی لطافت کس کو کہتے ہیں

غم ہجراں ہے کیا اور سوز الفت کس کو کہتے ہیں

جنوں ہوتا ہے کیسا اور وحشت کس کو کہتے ہیں

تو کیا جانے غم شب ہائے فرقت کس کو کہتے ہیں

ترے اظہار الفت کی فصاحت رات بھر کی ہے

نگاہ مست سے دل کو مرے تڑپا رہی ہے تو

ادائے شوق سے جذبات کو بھڑکا رہی ہے تو

مجھے بچے کی صورت ناز سے پھسلا رہی ہے تو

کھلونے دے کے بوسوں کے مجھے بہلا رہی ہے تو

مگر نادان ہے تو آہ دھوکا کھا رہی ہے تو

ترا روئے درخشاں ہے بظاہر ماہتاب آسا

ترے ہونٹوں کی شادابی ہے رنگت میں شراب آسا

ترے رخسار کی مہتابیاں ہیں آفتاب آسا

مگر ان کی حقیقت ہے حباب آسا سراب آسا

کہ غازے کی صباحت اس پہ چھائی ہے نقاب آسا

اور اس غازے کی بھی جھوٹی صباحت رات بھر کی ہے

یہ مانا تیری خلوت کی فضا روح گلستاں ہے

تری خلوت کا ہر فانوس اک مہتاب لرزاں ہے

ترا ابریشمی بستر نہیں اک خواب خنداں ہے

ترا جسم آفت دل تیرا سینہ آفت جاں ہے

تو اک زندہ ستارہ ہے جو تنہائی میں تاباں ہے

مگر کہتے ہیں تاروں کی حکومت رات بھر کی ہے

لطافت سے ہیں خالی تیرے کمھلائے ہوئے بوسے

طراوت سے ہیں خالی تیرے مرجھائے ہوئے بوسے

نزاکت سے ہیں خالی تیرے گھبرائے ہوئے بوسے

حقیقت سے ہیں خالی تیرے شرمائے ہوئے بوسے

محبت سے ہیں خالی تیرے گھبرائے ہوئے بوسے

اور ان بوسوں کی یہ جھوٹی حلاوت رات بھر کی ہے

ترے زہریلے بوسے مجھ کو جس دم یاد آئیں گے

مرے ہونٹوں پہ کالے ناگ بن کر تھرتھرائیں گے

پشیمانی کے جذبے مجھ کو دیوانہ بنائیں گے

مرے انکار کو نفرت کے خنجر گدگدائیں گے

مرے دل کی رگوں میں غم کے شعلے تیر جائیں گے

میں سمجھا! آہ سمجھا! یہ مسرت رات بھر کی ہے

مجھے دیوانہ کرنے کی مسرت بے خبر کب تک

رہے گی میرے دل میں تیری الفت کارگر کب تک

مجھے مسحور رکھے گا یہ عشق بے ثمر کب تک

حقیقت کی سحر آخر نہ ہوگی پردہ در کب تک

مجھے مغلوب کر کے خوش ہے تو ظالم مگر کب تک

تری یہ فتح میری یہ ہزیمت رات بھر کی ہے

# ایک شاعرہ کی شادی پر

اے کہ تھا انس تجھے عشق کے افسانوں سے

زندگانی تری آباد تھی رومانوں سے

شعر کی گود میں پلتی تھی جوانی تیری

تیرے شعروں سے ابلتی تھی جوانی تیری

رشک فردوس تھا ہر حسن بھرا خواب ترا

ایک پامال کھلونا تھا یہ مہتاب ترا

نکہت شعر سے مہکی ہوئی رہتی تھی سدا

نشۂ فکر میں بہکی ہوئی رہتی تھی سدا

شرکت غیر سے بیگانہ تھے نغمے تیرے

عصمت حور کا افسانہ تھے نغمے تیرے

شعر کی خلوت رنگیں تھی پری خانہ ترا

مست خوابوں کے جزیروں میں تھا کاشانہ ترا

غائب از چشم تھی جنت کی بہاروں کی طرح

دست انساں سے تھی محفوظ ستاروں کی طرح

صحبت غیر سے گھبراتی تھی تنہائی تری

آئینے سے بھی تو شرماتی تھی تنہائی تری

صبح کی طرح سے دوشیزہ تھی ہستی تیری

بوئے گل کی طرح پاکیزہ تھی ہستی تیری

نغمہ و شعر کے فردوس میں تو رہتی تھی

یکسر الہام و ترنم تھا جو تو کہتی تھی

تیرے اشعار تھے جنت کی بہاروں کے ہجوم

تیرے افکار تھے زرین ستاروں کے ہجوم

درد شعری کے تأثر سے تو مغموم تھی تو

آسماں کا مگر اک غنچۂ معصوم تھی تو

موج کوثر کا چھلکتا ہوا پیمانہ تھی

غیر ہونٹوں کے تصور سے بھی بیگانہ تھی

اب گوارا ہوئی کیوں غیر کی صحبت تجھ کو

کیوں پسند آ گئی نا جنس کی شرکت تجھ کو

اوج تقدیس کو پستی کی ادا بھا گئی کیوں

تیری تنہائی کی جنت پہ خزاں چھا گئی کیوں

شعر و رومان کے وہ خواب کہاں ہیں تیرے

وہ نقوش گل و مہتاب کہاں ہیں تیرے

کون سی طرفہ ادا بھا گئی اس دنیا میں

خلد کو چھوڑ کے کیوں آ گئی اس دنیا میں

ہو گئی عام تو نور مہ تاباں کی طرح

آہ کیوں جل نہ بجھی شمع شبستاں کی طرح

اپنی دوشیزہ بہاروں کو نہ کھونا تھا کبھی

وہ کلی تھی تو جسے پھول نہ ہونا تھا کبھی

عفتیں مٹ کے جوانی کو مٹا جاتی ہیں

پھول کمھلاتے ہیں کلیاں کہیں کمھلاتی ہیں

بلبل مست نوا دشت میں کیوں رہنے لگی

نغمۂ تر کی جگہ مرثیہ کیوں کہنے لگی

ہوس آلودہ ہوئی پاک جوانی تیری

غیر کی رات ہے اب اور کہانی تیری

کس کو معلوم تھا تو اس قدر ارزاں ہوگی

زینت محفل و پامال شبستاں ہوگی

جذب عفت کا میسر تھا جو عرفاں تجھ کو

کیوں نہ مرغوب ہوا شیوۂ جاناں تجھ کو

تیرگی حرص کی حوروں کو بھی بہکا ہی گئی

تیرے بستر پہ بھی آخر کو شکن آ ہی گئی

اب نہیں تجھ میں وہ حوروں کی سی عفت باقی

حور تھی تجھ میں، گئی، رہ گئی عورت باقی

ہاں وہ عورت جسے بچوں کا فسانہ کہئے

بربط نفس کا اک فحش ترانہ کہئے

جس میں ہے زہر عفونت کا وہ پیمانہ کہیں

اک گناہوں کا بھبھکتا ہوا مے خانہ کہیں

نوحہ خواں اپنی جواں موت کا ہونے دے مجھے

مسکرا تو مگر اس حال پہ رونے دے

# بدنام ہو رہا ہوں

فریادئی جفائے ایام ہو رہا ہوں

پامال جور بخت ناکام ہو رہا ہوں

سرگشتۂ خیال انجام ہو رہا ہوں

بستی کی لڑکیوں میں بدنام ہو رہا ہوں

بد نام ہو رہا ہوں

سلمیٰ سے دل لگا کر

بستی کی لڑکیوں میں بدنام ہو رہا ہوں

سلمیٰ سے دل لگا کر سلمیٰ سے دل لگا کر

اس حوروش کے غم میں دنیا و دیں گنوا کر

ہوش و حواس کھو کر صبر و سکوں لٹا کر

بیٹھے بٹھائے دل میں غم کی خلش بسا کر

ہر چیز کو بھلا کر

سلمیٰ سے دل لگا کر

بستی کی لڑکیوں میں بدنام ہو رہا ہوں

کہتی ہیں سب یہ کس کی تڑپا گئی ہے صورت

سلمیٰ کی شاید اس کے من بھا گئی ہے صورت

اور اس کے غم میں اتنی مرجھا گئی ہے صورت

مرجھا گئی ہے صورت کمھلا گئی ہے صورت

سنولا گئی ہے صورت

سلمیٰ سے دل لگا کر

بستی کی لڑکیوں میں بدنام ہو رہا ہوں

پنگھٹ پہ جب کہ ساری ہوتی ہیں جمع آ کر

گاگر کو اپنی رکھ کر، گھونگھٹ اٹھا اٹھا کر

یہ قصہ چھیڑتی ہیں مجھ کو بتا بتا کر

سلمیٰ سے باتیں کرتے دیکھا ہے اس کو جا کر

ہم نے نظر بچا کر

سلمیٰ سے دل لگا کر

بستی کی لڑکیوں میں بدنام ہو رہا ہوں

راتوں کو گیت گانے جب مل کر آتی ہیں سب

تالاب کے کنارے دھومیں مچاتی ہیں سب

جنگل کی چاندنی میں منگل مناتی ہیں سب

تو میرے اور سلمیٰ کے گیت گاتی ہیں سب

اور ہنستی جاتی ہیں سب

سلمیٰ سے دل لگا کر

بستی کی لڑکیوں میں بدنام ہو رہا ہوں

کھیتوں سے لوٹتی ہیں جب دن چھپے مکاں کو

تب راستے میں باہم وہ میری داستاں کو

دہرا کے چھیڑتی ہیں سلمیٰ کو میری جاں کو

اور وہ حیا کی ماری سی لیتی ہے زباں کو

کہ چھیڑے اس بیاں کو

سلمیٰ سے دل لگا کر

بستی کی لڑکیوں میں بدنام ہو رہا ہوں

کہتی ہے رحم کھا کر یوں ایک ماہ طلعت

یہ شہری نوجواں تھا کس درجہ خوبصورت

آنکھوں میں بس رہی ہے اب بھی وہ پہلی رنگت

دو دن میں آہ کیا ہے کیا ہو گئی ہے حالت

اللہ تیری قدرت

سلمیٰ سے دل لگا کر

بستی کی لڑکیوں میں بدنام ہو رہا ہوں

اس شمع رو کا جب سے پروانہ بن گیا ہوں

بستی کی لڑکیوں میں افسانہ بن گیا ہوں

ہر ماہ وش کے لب کا پیمانہ بن گیا ہوں

دیوانہ ہو رہا ہوں دیوانہ بن گیا ہوں

دیوانہ بن گیا ہوں

سلمیٰ سے دل لگا کر

بستی کی لڑکیوں میں بدنام ہو رہا ہوں

ان کی زباں پہ میری جتنی کہانیاں ہیں

کیا جانیں یہ کہ دل کی سب مہربانیاں ہیں

کمسن ہیں بے خبر ہیں اٹھتی جوانیاں ہیں

کیا سمجھیں غم کے ہاتھوں کیوں سر گرانیاں ہیں

کیوں خوں فشانیاں ہیں

سلمیٰ سے دل لگا کر

بستی کی لڑکیوں میں بدنام ہو رہا ہوں

ہر اک کے رحم کا یوں اظہار ہو رہا ہے

بے چارے کو یہ کیسا آزار ہو رہا ہے

دیکھے تو کوئی جانے بیمار ہو رہا ہے

کس درجہ زندگی سے بیزار ہو رہا ہے

ناچار ہو رہا ہے

سلمیٰ سے دل لگا کر

بستی کی لڑکیوں میں بدنام ہو رہا ہوں

اک پوچھتی ہے آ کر تم بے قرار کیوں ہو

کچھ تو ہمیں بتاؤ یوں دل فگار کیوں ہو

کیا روگ ہے کہو تو تم اشک بار کیوں ہو

دیوانے کیوں ہوئے ہو دیوانہ وار کیوں ہو

با حال زار کیوں ہو

سلمیٰ سے دل لگا کر

بستی کی لڑکیوں میں بدنام ہو رہا ہوں

جاؤں شکار کو گر باہمرہان صحرا

کھیتوں سے گھورتی ہیں یوں دختران صحرا

بجلی کی روشنی کو جیسے میان صحرا

تاریک شب میں دیکھیں کچھ آہوان صحرا

حیرت کشان صحرا

سلمیٰ سے دل لگا کر

بستی کی لڑکیوں میں بدنام ہو رہا ہوں

اک شوخ چھیڑتی ہے اس طرح پاس آ کر

دیکھو وہ جا رہی ہے سلمیٰ نظر بچا کر

شرما کے مسکرا کر آنچل سے منہ چھپا کر

جاؤ نا پیچھے پیچھے دو باتیں کر لو جا کر

کھیتوں میں چھپ چھپا کر

سلمیٰ سے دل لگا کر

بستی کی لڑکیوں میں بدنام ہو رہا ہوں

گویا ہمیں حسد سے کچھ نازنین نگاہیں

سلمیٰ کی بھا گئی ہیں کیوں دل نشیں نگاہیں

ان سے زیادہ دل کش ہیں یہ حسیں نگاہیں

القصہ ایک دل ہے سو خشمگیں نگاہیں

شوق آفریں نگاہیں

سلمیٰ سے دل لگا کر

بستی کی لڑکیوں میں بدنام ہو رہا ہوں

اک شوخ تازہ دارد سسرال سے گھر آ کر

سکھیوں سے پوچھتی ہے جس دم مجھے بتا کر

یہ کون ہے تو ظالم کہتی ہیں مسکرا کر

تم اس کا حال پوچھو سلمیٰ کے دل سے جا کر

یہ گیت اسے سنا کر

سلمیٰ سے دل لگا کر

بستی کی لڑکیوں میں بدنام ہو رہا ہوں

# برکھا رت

#### INTERESTING FACT

مسوری جاتے ہوئے

آسماں پر چھا رہا ہے ابر پاروں کا ہجوم!

نو بہاروں کا ہجوم

آہ یہ رنگین آوارہ نظاروں کا ہجوم

کوہساروں کا ہجوم

بدلیاں ہیں یا کسی کے بھولے بسرے خواب ہیں

بے خود و بیتاب ہیں!

یا ہوا پر تیرتا ہے رود باروں کا ہجوم

آبشاروں کا ہجوم

پھرتی ہیں آوارہ متوالی گھٹائیں اس طرح

اور ہوائیں اس طرح

جھومتا پھرتا ہو جیسے مے گساروں کا ہجوم

بادہ خواروں کا ہجوم

وادیٔ گنگا ہے، برکھا رت ہے، کالی رات ہے

رات ہے برسات ہے

اور فضا میں تیرنے والے نظاروں کا ہجوم

نشہ زاروں کا ہجوم

نیلگوں پریاں افق میں پر ہیں پھیلائے ہوئے

بال بکھرائے ہوئے

یا امنڈ آیا ہے ساون کی بہاروں کا ہجوم

ابر پاروں کا ہجوم

ننھی ننھی بوندیں گرتی ہیں حجاب ابر سے

یا نقاب ابر سے

چھن رہا ہے قطرے بن بن کر ستاروں کا ہجوم

نور پاروں کا ہجوم

یہ گھٹائیں ہیں کہ خوابوں کے سفینے ہیں رواں

بے قرینے ہیں رواں

بادبانوں میں چھپائے چشمہ ساروں کا ہجوم

جوے باروں کا ہجوم

بجلی ہے یا نور کی زنجیر لہرائی ہوئی

پیچ و خم کھائی ہوئی

یا خمیدہ مرمریں پھولوں کے ہاروں کا ہجوم

اور ستاروں کا ہجوم

یہ سماں بجلی کا یہ مہتاب کی سی وادیاں

خواب کی سی وادیاں

نشے میں بھیگا ہوا یہ سبزہ زاروں کا ہجوم

کوہساروں میں خوشی کی بستیاں آباد ہیں

مستیاں آباد ہیں

چار سو بکھرا پڑا ہے سبزہ زاروں کا ہجوم

مرغزاروں کا ہجوم

یوں نظر آتے ہیں کہسار مسوری دور سے

مست سے مخمور سے

جوں سمندر سے جزیروں کی قطاروں کا ہجوم

سبزہ زاروں کا ہجوم

یہ سفر، یہ رات، یہ برسات اور پھر ہم سفر

الامان و الحذر

ایک حسن یاسمیں رنگیں بہاروں کا ہجوم

ماہ پاروں کا ہجوم

یہ سہانے منظر اختر مدتوں یاد آئیں گے

مدتوں تڑپائیں گے

آہ یہ رات، اف یہ مستانہ نظاروں کا ہجوم

یہ بہاروں کا ہجوم

# بستی کی لڑکیوں کے نام

چل اے نسیم صحرا روح و روان صحرا

میرا پیام لے جا سوئے بتان صحرا

صحرائی مہوشوں کی خدمت میں جا کے کہنا

بھولے نہیں تمہیں ہم اے دختران صحرا

گر بس چلے تو آئیں اور درد دل سنائیں

تم کو گلے لگائیں ہم پھر میان صحرا

تم نجد میں پریشاں شہروں میں ہم ہیں حیراں

اللہ کی اماں ہو تم پر بتان صحرا

تم اس طرح غموں سے بے حال ہو رہی ہو

ہم اس طرف ہیں مضطر دامن کشان صحرا

ہم پاس آئیں کیوں کر تم کو بلائیں کیوں کر

یہ دکھ مٹائیں کیوں کر واماندگان‌ صحرا

بیتاب ہیں الم سے بے خواب رنج و غم سے

کیا پوچھتی ہو ہم سے اے دلبران صحرا

تم یاد کر رہی ہو بیداد کر رہی ہو

برباد کر رہی ہو اے گلرخان‌ صحرا

یہ کیا کہا کہ تم ہو رنگینیوں کے خوگر

غمگیں ہیں تم سے بڑھ کر اے غمکشان‌ صحرا

یہ رات یہ گھٹائیں یہ شور یہ ہوائیں

بچھڑے ہوئے ملیں گے کیوں کر میان صحرا

شہروں کی زندگی سے ہم تنگ آ چکے ہیں

صحرا میں پھر بلا لو اے ساکنان صحرا

یاد‌ سموم ہو یا سرسر کے تند طوفاں

ڈرتے نہیں کسی سے دلدادگان صحرا

آبادیوں میں حاصل آزادیاں نہیں ہیں

آ جاؤ تم ہی اڑ کر او طائران صحرا

صحرا کی وسعتوں میں ہم کو نہ بھول جانا

او دختران صحرا او آہوان صحرا

اے ابر چپ نہ رہنا میرا فسانہ کہنا

مل جائے گر کہیں وہ سرو روان صحرا

دشتی کی دھن میں ساقی اک نغمۂ عراقی

ہاں پھر سنا بیاد گل چہرگان صحرا

آنکھوں میں بس رہا ہے نقش بتان صحرا

او داستاں سرا چھیڑ اک داستان صحرا

مستانہ جا رہا ہے پھر کاروان صحرا

ہاں جھوم کر حدی خواں اک داستان صحرا

دیہات کی فضائیں آنکھوں میں پھر رہی ہیں

دل میں سما رہی ہے یاد بتان صحرا

نظروں پہ چھا رہا ہے وہ چاندنی کا منظر

صحرا میں کھیلتی تھیں جب حوریان صحرا

وہ چاندنی کا موسم وہ بے خودی کا عالم

وہ نور کا سمندر ریگ روان صحرا

جلوے مہ‌ جواں کے وہ رنگ کارواں کے

وہ نغمے سارباں کے رقصاں میان صحرا

کیوں کر نہ یاد آئیں وہ سیم گوں فضائیں

وہ آسمان صحرا ماہ روان صحرا

وہ کم سنوں کے گانے وہ کھیل وہ ترانے

بے فکری کے فسانے ورد زبان صحرا

کھیتوں میں گھومتے تھے ہر گل کو چومتے تھے

مستی میں جھومتے تھے جب میکشان صحرا

وہ گاؤں وہ فضائیں وہ فصل وہ ہوائیں

وہ کھیت وہ گھٹائیں وہ آسمان صحرا

پھر یاد آ رہی ہیں پھر دل دکھا رہی ہیں

مجنوں بنا رہی ہیں لیلیٰ وشان صحرا

راتوں کو چھپ کے آنا اور شانے کو ہلانا

ہے یاد وہ جگانا ہم کو میان صحرا

وہ ان کی شوخ آنکھیں وہ ان کی سادہ نظریں

بے خود بنا رہی ہیں دوشیزگان صحرا

وہ عشق پیشہ ہوں میں جس کے جوان نغمے

گاتا ہے چاندنی میں ہر نوجوان صحرا

اک بدویت کا عاشق صحرائیت سے بے خود

اخترؔ بھی اپنی دھن میں ہے اک جوان صحرا

# جہاں ریحانہؔ رہتی تھی

یہی وادی ہے وہ ہم دم جہاں ریحانہؔ رہتی تھی

وہ اس وادی کی شہزادی تھی اور شاہانہ رہتی تھی

کنول کا پھول تھی سنسار سے بیگانہ رہتی تھی

نظر سے دور مثل نکہت مستانہ رہتی تھی

یہی وادی ہے وہ ہم دم جہاں ریحانہ رہتی تھی

انہی صحراؤں میں وہ اپنے گلے کو چراتی تھی

انہیں چشموں پہ وہ ہر روز منہ دھونے کو آتی تھی

انہی ٹیلوں کے دامن میں وہ آزادانہ رہتی تھی

یہی وادی ہے وہ ہم دم جہاں ریحانہؔ رہتی تھی

کھجوروں کے تلے وہ جو کھنڈر سے جھلملاتے ہیں

یہ سب ریحانہؔ کے معصوم افسانے سناتے ہیں

وہ ان کھنڈروں میں اک دن صورت افسانہ رہتی تھی

یہی وادی ہے وہ ہم دم جہاں ریحانہؔ رہتی تھی

مرے ہم دم یہ نخلستان اک دن اس کا مسکن تھا

اسی کے خرمئی آغوش میں اس کا نشیمن تھا

اسی شاداب وادی میں وہ بے باکانہ رہتی تھی

یہی وادی ہے وہ ہم دم جہاں ریحانہؔ رہتی تھی

یہ پھولوں کی حسیں آبادیاں کاشانہ تھیں اس کا

وہ اک بت تھی یہ ساری وادیاں بت خانہ تھیں اس کا

وہ اس فردوس وجد و رقص میں مستانہ رہتی تھی

یہی وادی ہے وہ ہم دم جہاں ریحانہؔ رہتی تھی

تباہی کی ہوا اس خاک رنگیں تک نہ آئی تھی

یہ وہ خطہ تھا جس میں نو بہاروں کی خدائی تھی

وہ اس خطے میں مثل سبزۂ بیگانہ رہتی تھی

یہی وادی ہے وہ ہم دم جہاں ریحانہؔ رہتی تھی

اسی ویرانہ میں اک دن بہشتیں لہلہاتی تھیں

گھٹائیں گھر کے آتی تھیں ہوائیں مسکراتی تھیں

کہ وہ بن کر بہار جنت ویرانہ رہتی تھی

یہی وادی ہے وہ ہم دم جہاں ریحانہؔ رہتی تھی

یہ ویرانہ گزر جس میں نہیں ہے کاروانوں کا

جہاں ملتا نہیں نام و نشاں تک ساربانوں کا

اسی ویرانے میں اک دن مری ریحانہؔ رہتی تھی

یہی وادی ہے وہ ہم دم جہاں ریحانہؔ رہتی تھی

یہیں آباد تھی اک دن مرے افکار کی ملکہ

مرے جذبات کی دیوی مرے اشعار کی ملکہ

وہ ملکہ جو برنگ عظمت شاہانہ رہتی تھی

یہی وادی ہے وہ ہم دم جہاں ریحانہ رہتی تھی

صبا شاخوں میں نخلستاں کی جس دم سرسراتی ہے

مجھے ہر لہر سے ریحانہؔ کی آواز آتی ہے

یہیں ریحانہؔ رہتی ہے یہیں ریحانہؔ رہتی تھی

یہی وادی ہے وہ ہم دم جہاں ریحانہؔ رہتی تھی

فضائیں گونجتی ہیں اب بھی ان وحشی ترانوں سے

سنو آواز سی آتی ہے ان خاکی چٹانوں سے

کہ جن میں وہ برنگ نغمۂ بیگانہ رہتی تھی

یہی وادی ہے وہ ہم دم جہاں ریحانہؔ رہتی تھی

مرے ہم دم جنون شوق کا اظہار کرنے دے

مجھے اس دشت کی اک اک کلی سے پیار کرنے دے

جہاں اک دن وہ مثل غنچۂ مستانہ رہتی تھی

یہی وادی ہے وہ ہم دم جہاں ریحانہؔ رہتی تھی

بہ رب کعبہ اس کی یاد میں عمریں گنوا دوں گا

میں اس وادی کے ذرے ذرے پر سجدے بچھا دوں گا

جہاں وہ جان کعبہ عظمت بت خانہ رہتی تھی

یہی وادی ہے وہ ہم دم جہاں ریحانہؔ رہتی تھی

وہ اس ٹیلے پر اکثر عاشقانہ گیت گاتی تھی

پرانے سورماؤں کے فسانے گنگناتی تھی

یہیں پر منتظر میری وہ بیتابانہ رہتی تھی

یہی وادی ہے وہ ہم دم جہاں ریحانہؔ رہتی تھی

کھجوروں کے حسیں سائے زمیں پر لہلہاتے تھے

ستارے جگمگاتے تھے شگوفے کھلکھلاتے تھے

فضائیں منتشر اک نکہت مستانہ رہتی تھی

یہی وادی ہے وہ ہم دم جہاں ریحانہؔ رہتی تھی

یہیں بستی تھی اے ہم دم مرے رومان کی بستی

مرے افسانوں کی دنیا مرے وجدان کی بستی

یہیں ریحانہؔ بستی تھی یہیں ریحانہؔ بستی تھی

یہی وادی ہے وہ ہم دم جہاں ریحانہؔ رہتی تھی

شمیم زلف سے اس کی مہک جاتی تھی کل وادی

نگاہ مست سے اس کی بہک جاتی تھی کل وادی

ہوائیں پرفشاں روح مے و مے خانہ رہتی تھی

یہی وادی ہے وہ ہم دم جہاں ریحانہؔ رہتی تھی

وہ گیسوئے پریشاں یا گھٹائیں رقص کرتی تھیں

فضائیں وجد کرتی تھیں ہوائیں رقص کرتی تھیں

وہ اس فردوس وجد و رقص میں مستانہ رہتی تھی

یہی وادی ہے وہ ہم دم جہاں ریحانہؔ رہتی تھی

گداز عشق سے لبریز تھا قلب حزیں اس کا

مگر آئینہ دار شرم تھا روئے حسیں اس کا

خموشی میں چھپائے نغمۂ مستانہ رہتی تھی

یہی وادی ہے وہ ہم دم جہاں ریحانہؔ رہتی تھی

اسے پھولوں نے میری یاد میں بیتاب دیکھا ہے

ستاروں کی نظر نے رات بھر بے خواب دیکھا ہے

وہ شمع حسن تھی پر صورت پروانہ رہتی تھی

یہی وادی ہے وہ ہم دم جہاں ریحانہؔ رہتی تھی

یہیں ہم رنگ گلہائے حسیں رہتی تھی ریحانہؔ

مثال حور فردوس بریں رہتی تھی ریحانہؔ

یہیں ریحانہؔ رہتی تھی یہیں ریحانہؔ رہتی تھی

یہیں وادی ہے وہ ہم دم جہاں ریحانہؔ رہتی تھی

پیام درد دل اخترؔ دیئے جاتا ہوں وادی کو

سلام رخصت غمگیں کئے جاتا ہوں وادی کو

سلام اے وادئ ویراں جہاں ریحانہؔ رہتی تھی

# دعوت

بہار بیتنے والی ہے آ بھی جا سلمیٰ

بہار بیتنے والی ہے آ بھی جا سلمیٰ

چمن کی گود میں آ کر سما بھی جا سلمیٰ

کلی کلی میں بہاریں بسا بھی جا سلمیٰ

مجھے جنوں کا سبق پھر پڑھا بھی جا سلمیٰ

بہار بیتنے والی ہے آ بھی جا سلمیٰ

ملیں گے حشر میں مت کہہ یہ بار بار مجھے

ہو کیسے حشر کے وعدے یہ اعتبار مجھے

خدا کے دل پہ نہیں کوئی اختیار مجھے

خدا کو مان یہیں حشر اٹھا بھی جا سلمیٰ

بہار بیتنے والی ہے آ بھی جا سلمیٰ

نشاط عمر کو امید پر نثار نہ کر

وصال صبح قیامت کا انتظار نہ کر

ریاض خلد کی باتوں کا اعتبار نہ کر

فریب وعدۂ فردا مٹا بھی جا سلمیٰ

بہار بیتنے والی ہے آ بھی جا سلمیٰ

کسے خبر ہے قیامت میں ہم ملیں نہ ملیں

فضائے روضۂ جنت میں ہم ملیں نہ ملیں

کشاکش ابدیت میں ہم ملیں نہ ملیں

کشاکش ابدیت بھلا بھی جا سلمیٰ

بہار بیتنے والی ہے آ بھی جا سلمیٰ

گنوا نہ سوگ میں اپنے شباب کی راتیں

نظر نہ آئیں گی پھر ماہتاب کی راتیں

یہ نکہتوں کا ہجوم اور یہ خواب کی راتیں

فضا میں خواب حسیں بن کے چھا بھی جا سلمیٰ

بہار بیتنے والی ہے آ بھی جا سلمیٰ

خبر لے جلد کہ عمر عزیز فانی ہے

سرائے دہر کی ہر چیز آنی جانی ہے

برنگ ابر رواں فصل نوجوانی ہے

چھلکنے والا ہے ساغر پلا بھی جا سلمیٰ

بہار بیتنے والی ہے آ بھی جا سلمیٰ

کسے خبر یہ گھٹائیں رہیں رہیں نہ رہیں

یہ نکہتیں یہ ہوائیں رہیں رہیں نہ رہیں

یہ مستیاں یہ فضائیں رہیں رہیں نہ رہیں

شراب وصل کا ساغر پلا بھی جا سلمیٰ

بہار بیتنے والی ہے آ بھی جا سلمیٰ

ثبات عہد زمانے میں کس نے پایا ہے

زمانہ رنگ بدلنے کو رنگ لایا ہے

بہار عمر رواں بادلوں کا سایا ہے

بہار عمر کی خوشیاں منا بھی جا سلمیٰ

بہار بیتنے والی ہے آ بھی جا سلمیٰ

ترے خیال کو دل میں بسائے بیٹھے ہیں

خدائی ہو کہ خدا ہو بھلائے بیٹھے ہیں

سرور عہد جوانی لٹائے بیٹھے ہیں

تو آ کے قدر جوانی سکھا بھی جا سلمیٰ

بہار بیتنے والی ہے آ بھی جا سلمیٰ

یہ فصل اور یہ بہاریں نظر نہ آئیں گی پھر

یہ بادلوں کی قطاریں نظر نہ آئیں گی پھر

یہ ہلکی ہلکی پھواریں نظر نہ آئیں گی پھر

شراب عیش و مسرت لنڈھا بھی جا سلمیٰ

بہار بیتنے والی ہے آ بھی جا سلمیٰ

بتا تو کیا یہ نظارے اجڑ نہ جائیں گے

یہ ندیاں یہ کنارے اجڑ نہ جائیں گے

یہ چاند اور یہ ستارے اجڑ نہ جائیں گے

ستارہ وار شعاعیں لٹا بھی جا سلمیٰ

بہار بیتنے والی ہے آ بھی جا سلمیٰ

غموں پہ کی ہیں فدا شادمانیاں ہم نے

خدا کے نام پہ تج دیں جوانیاں ہم نے

گزار دیں ہیں یوں ہی زندگانیاں ہم نے

دم اخیر تو غم سے چھڑا بھی جا سلمیٰ

بہار بیتنے والی ہے آ بھی جا سلمیٰ

فنا نصیب ہیں یہ سبزہ زار کے منظر

یہ کوہسار و لب جوئبار کے منظر

نظر نہ آئیں گے پھر یہ بہار کے منظر

ابھی سماں ہے بہاریں دکھا بھی جا سلمیٰ

بہار بیتنے والی ہے آ بھی جا سلمیٰ

خبر لے جلد کہ بہکی ہوئی بہار ہے آج

نشاط خلد سے معمور سبزہ زار ہے آج

اجل پہ بھی مری ہستی کو اختیار ہے آج

غرور عشق کی ہمت بڑھا بھی جا سلمیٰ

بہار بیتنے والی ہے آ بھی جا سلمیٰ

تو حکم دے تو ستاروں کو چھین لاؤں میں

فلک سے اس کے نظاروں کو چھین لاؤں میں

ارم کی مست بہاروں کو چھین لاؤں میں

خدائی کو یہ تماشا دکھا بھی جا سلمیٰ

بہار بیتنے والی ہے آ بھی جا سلمیٰ

تو سامنے ہو تو کون و مکاں کو گم کر دوں

خم طرب میں خم آسماں کو گم کر دوں

دوئی ہو فرد تو دونوں جہاں کو گم کر دوں

برنگ روح بدن میں سما بھی جا سلمیٰ

بہار بیتنے والی ہے آ بھی جا سلمیٰ

# مجھے لے چل

مری سلمیٰؔ مجھے لے چل تو ان رنگیں بہاروں میں!

جہاں رنگیں بہشتیں کھیلتی ہیں سبزہ زاروں میں!

جہاں حوروں کی زلفیں جھومتی ہیں شاخساروں میں

جہاں پریوں کے نغمے گونجتے ہیں کوہساروں میں

جوانی کی بہاریں تیرتی ہیں آبشاروں میں

مری سلمیٰؔ! مجھے لے چل تو ان رنگیں بہاروں میں

وہ مستانہ بہاریں جن پہ قرباں ارض جنت ہے

جہاں ہر ذرہ اک گہوارۂ موج لطافت ہے

جہاں رنگت ہی رنگت ہے جہاں نکہت ہی نکہت ہے

محبت حکمراں ہے جن کے پاکیزہ دیاروں میں!

مری سلمیٰؔ مجھے لے چل تو ان رنگیں بہاروں میں!

وہ دوشیزہ فضائیں جنتوں کا ہے گماں جن پر

چھڑکتا ہے مئے تسنیم و کوثر آسماں جن پر

لٹاتی ہے سحاب حسن و طلعت کہکشاں جن پر

سرور و نور و نکہت بستے ہیں جن کے ستاروں میں

مری سلمیٰؔ! مجھے لے چل تو ان رنگیں بہاروں میں!

جہاں شام و سحر نیلی گھٹائیں گھر کے آتی ہیں!

افق کی گود میں نیلم کی پریاں مسکراتی ہیں!

فضاؤں میں بہاریں ہی بہاریں لہلہاتی ہیں

جہاں فطرت مچلتی ہے لہکتے ابر پاروں میں!

مری سلمیٰؔ! مجھے لے چل تو ان رنگیں بہاروں میں!

جہاں چاروں طرف باغ و گلستاں لہلہاتے ہیں

شگفتہ وادیوں میں جنتوں کے خواب آتے ہیں

جہاں معصوم طائر عشق کے نغمے سناتے ہیں

اور ان کا لحن شیریں گونجتا ہے کوہساروں میں!

مری سلمیٰؔ! مجھے لے چل تو ان رنگیں بہاروں میں!

حکومت ہے جہاں صدق و صفا و مہر و الفت کی

نشاط و عیش و عشرت کی سرور و لطف و راحت کی

نسیم و انجم و گل کی نوا و نور و نکہت کی!

محبت موجزن ہے جن کے دوشیزہ نظاروں میں

مری سلمیٰؔ! مجھے لے چل تو ان رنگیں نظاروں میں!

جہاں آباد یہ ناپاک شہرستاں نہیں ہوتے

فسادی فتنہ پرور اور ذلیل انساں نہیں ہوتے

یہ انساں ہاں یہ حیواں بد تر از شیطاں نہیں ہوتے

فساد و شر جہاں سوتے ہیں خوابوں کے مزاروں میں!

مری سلمیٰؔ! مجھے لے چل تو ان رنگیں نظاروں میں!

بہشتوں کی لطافت ہے جہاں کی زندگانی میں

مزہ آتا ہے کوثر کا جہاں کے سادہ پانی میں

خدائی حسن عریاں ہے جہاں کی نوجوانی میں!

صداقت کروٹیں لیتی ہے ساز دل کے تاروں میں

مری سلمیٰؔ! مجھے لے چل تو ان رنگیں نظاروں میں!

''حیات دائمی'' لکھا ہوا ہے جن کے ایواں پر

ارم زار ابد ہے سایہ زن جن کے خیاباں پر

دوامیت کے جلوے چھا رہے ہیں باغ و بستاں پر

گزر ممکن نہیں ہے موت کا جن کے نظاروں میں

مری سلمیٰؔ! مجھے لے چل تو ان رنگیں نظاروں میں

محبت میں جو ہو جاتا ہے پائندہ نہیں مرتا!

صداقت جس کو کر دیتی ہے تابندہ نہیں مرتا!

ہے جس میں عشق رقصاں وہ دل زندہ نہیں مرتا!

نوائے ''لا فنا'' ہے روح کے خاموش تاروں میں

مری سلمیٰؔ! مجھے لے چل تو ان رنگیں نظاروں میں!

# نذر وطن

نذر وطن پھر اے دل دیوانہ چاہئے

پھر ہر قدم پہ سجدۂ شکرانہ چاہئے

پھر سر زمیں وطن کی ہے نظروں کے سامنے

پھر لب پہ ایک نعرۂ مستانہ چاہئے

بچپن کی یاد لیتی ہے پھر دل میں چٹکیاں

پھر بے خودی بہ حجت طفلانہ چاہئے

برسوں کے بعد آئے ہیں باغ وطن میں ہم

پھر ہر کلی کو سجدۂ مستانہ چاہئے

کہسار سبز پوش نظر آئے دور سے

پھر لب پہ چار بیت کا افسانہ چاہئے

جس کوچے میں ہوئیں کبھی رسوائیاں نصیب

اس کا طواف با دل دیوانہ چاہئے

بخشا تھا جس نے پہلے پہل دل کو درد عشق

پھر اس کے در پہ سجدۂ شکرانہ چاہئے

پھر دل کو ہو یقیں نہ کسی کے وصال کا

پھر واقعہ بہ صورت افسانہ چاہئے

پھر شوق سے ملیں گے کسی گلعذار سے

پھر لب پہ شور بلبل مستانہ چاہئے

جھولا جھلائیں‌ گے کسی مست شباب کو

رقصاں فضا میں پھر مئے‌ و مے خانہ چاہئے

پائے طلب کو وادئ پرویں ہے نیم گام

پھر آرزو کو منزل جانانہ چاہئے

پھر خرمن سکوں کو ہیں درکار بجلیاں

پھر بے حجاب جلوۂ جانانہ چاہئے

پھر ذوق مے کشی کو ہے معراج کی طلب

کوثر کا بادہ چاند کا پیمانہ چاہئے

پھر شوق بن کے دل میں دھڑکتی ہے زندگی

پھر جنبش تبسم جانانہ چاہئے

پھر سینۂ امید میں رقصاں ہے برق طور

پھر پرسش مذاق کلیمانہ چاہئے

بالائے کوہ سایۂ ابر بہار میں

پروین و ماہتاب کا کاشانہ چاہئے

پھر اس حریم نور کے آغوش ناز میں

اک گل کدہ برنگ پری خانہ چاہئے

پھر ابر و باغ و نکہت و گل کے ہجوم میں

شمع و سرو و بادہ و پیمانہ چاہئے

پھر اس کی چشم مست پہ گیسو ہوں پر فشاں

پھر ابر شام گوں سر مے خانہ چاہئے

پھر چاندنی میں دامن دریا یہ اے ندیم

رقص شراب و گردش پیمانہ چاہئے

جوش‌ طرب نے حشر سا دل میں کیا بپا

پھر بے خودی کو گریۂ مستانہ چاہئے

اخترؔ وطن میں آ کے کھلا ہے یہ حسن راز

اس مختصر سی عمر میں کیا کیا نہ چاہئے

# ننھا قاصد

ترا ننھا سا قاصد جو ترے خط لے کر آتا تھا

نہ تھا معلوم اسے کس طرح کے پیغام لاتا تھا

سمجھ سکتا نہ تھا وہ خط میں کیسے راز پنہاں ہیں

حروف سادہ میں کس حشر کے انداز پنہاں ہیں

اسے کیا علم ان رنگیں لفافوں میں چھپا کیا ہے

کسی مہوش کا ان کے بھیجنے سے مدعا کیا ہے

مگر مجھ کو خیال آتا تھا اکثر اس زمانے میں

کہ اس کی حیرت طفلی ہے کیوں گم اس فسانے میں

وہ با ایں کم سنی کیا یہ نہ دل میں سوچتا ہوگا

کہ باجی نے ہماری اپنے خط میں کیا لکھا ہوگا

اور آخر وہ اسی کو نامہ لکھ کر بھیجتی کیوں ہیں

کبھی بھیجا تو بھیجا لیکن اکثر بھیجتی کیوں ہیں

وہ پہلے سے زیادہ بھائی کو کیوں پیار کرتی ہیں

لفافہ دے کے لطف خاص کا اظہار کرتی ہیں

پھر ایسے اجنبی پر اس کی باجی مہرباں کیوں ہیں

اگر ہیں بھی تو گھر والوں سے یہ باتیں نہاں کیوں ہیں

اور اس کے شبہے کی اس سے بھی تو تائید ہوتی ہے

چھپا کر خط کو لے جانے کی کیوں تاکید ہوتی ہے؟

یہ نوخیز اجنبی جانے کہاں سے اکثر آتا ہے

جب آتا ہے تو باجی کی طرح خط لکھ کے لاتا ہے

عزیزوں کی طرح یہ کیوں مکاں میں آ نہیں سکتا

جب اس سے پوچھتا ہے وہ اسے سمجھا نہیں سکتا

کھلونے دے کر اس کو مسکرا دیتا ہے وہ اکثر

اور اک ہلکا سا تھپڑ بھی لگا دیتا ہے وہ اکثر

ترے قاصد کے یہ افکار دل کو گدگداتے تھے

اور اپنے بھولپن سے میرے جذبوں کو ہنساتے تھے

نہیں موقوف انہی ایام پر جب بھی خیال آیا

تصور تیرے بعد اس کا بھی نقشہ سامنے لایا

مگر آج اس طرح دیکھا ہے وہ نقش حسیں میں نے

کہ رکھ دی خاک حیرت پر محبت کی جبیں میں نے

وہی ننھا سا قاصد نوجواں ہو کر ملا مجھ کو

زمانے کے تغیر نے پریشاں کر دیا مجھ کو

جنون ابتدائے عشق نے کروٹ سی لی دل میں

پس از مدت یہ لے کے آ گئی پھر اپنے محمل میں

ترے قاصد سے ملتے وقت مجھ کو شرم آتی تھی

مگر اس کی نگاہوں میں شرارت مسکراتی تھی

شرارت کا یہ نظارہ مری حیرت کا ساماں تھا

کہ اس پردہ کے اندر تیرا راز عشق عریاں تھا

# وقت کی قدر

دعوت

بہار بیتنے والی ہے آ بھی جا سلمیٰ

چمن کی گود میں آ کر سما بھی جا سلمیٰ

کلی کلی میں بہاریں بسا بھی جا سلمیٰ

مجھے جنوں کا سبق پھر پڑھا بھی جا سلمیٰ

بہار بیتنے والی ہے آ بھی جا سلمیٰ

ملیں گے حشر میں مت کہہ یہ بار بار مجھے

ہو کیسے حشر کے وعدے پہ اعتبار مجھے

خدا کے دل پہ نہیں کوئی اختیار مجھے

خدا کو مان یہیں حشر اٹھا بھی جا سلمیٰ

بہار بیتنے والی ہے آ بھی جا سلمیٰ

نشاط عمر کو امید پر نثار نہ کر

وصال صبح قیامت کا انتظار نہ کر

ریاض خلد کی باتوں کا اعتبار نہ کر

فریب وعدۂ فردا مٹا بھی جا سلمیٰ

بہار بیتنے والی ہے آ بھی جا سلمیٰ

کسے خبر ہے قیامت میں ہم ملیں نہ ملیں

فضائے روضۂ جنت میں ہم ملیں نہ ملیں

کشاکش ابدیت میں ہم ملیں نہ ملیں

کشاکش ابدیت بھلا بھی جا سلمیٰ

بہار بیتنے والی ہے آ بھی جا سلمیٰ

گنوا نہ سوگ میں اپنے شباب کی راتیں

نظر نہ آئیں گی پھر ماہتاب کی راتیں

یہ نکہتوں کا ہجوم اور یہ خواب کی راتیں

فضا میں خواب حسیں بن کے چھا بھی جا سلمیٰ

بہار بیتنے والی ہے آ بھی جا سلمیٰ

خبر لے جلد کہ عمر عزیز فانی ہے

سرائے دہر کی ہر چیز آنی جانی ہے

برنگ ابر رواں فصل نوجوانی ہے

چھلکنے والا ہے ساغر پلا بھی جا سلمیٰ

بہار بیتنے والی ہے آ بھی جا سلمیٰ

کسے خبر یہ گھٹائیں رہیں رہیں نہ رہیں

یہ نکہتیں یہ ہوائیں رہیں رہیں نہ رہیں

یہ مستیاں یہ فضائیں رہیں رہیں نہ رہیں

شراب وصل کا ساغر پلا بھی جا سلمیٰ

بہار بیتنے والی ہے آ بھی جا سلمیٰ

ثبات عہد زمانے میں کسی نے پایا ہے

زمانہ رنگ بدلنے کو رنگ لایا ہے

بہار عمر رواں بادلوں کا سایا ہے

بہار عمر کی خوشیاں منا بھی جا سلمیٰ

بہار بیتنے والی ہے آ بھی جا سلمیٰ

ترے خیال کو دل میں بسائے بیٹھے ہیں

خدائی ہو کہ خدا ہو بھلائے بیٹھے ہیں

سرور عہد جوانی لٹائے بیٹھے ہیں

تو آ کے قدر جوانی سکھا بھی جا سلمیٰ

بہار بیتنے والی ہے آ بھی جا سلمیٰ

یہ فصل اور یہ بہاریں نظر نہ آئیں گی پھر

یہ بادلوں کی قطاریں نظر نہ آئیں گی پھر

یہ ہلکی ہلکی پھواریں نظر نہ آئیں گی پھر

شراب عیش مسرت لنڈھا بھی جا سلمیٰ

بہار بیتنے والی ہے آ بھی جا سلمیٰ

بتا تو کیا یہ نظارے اجڑ نہ جائیں گے

یہ ندیاں یہ کنارے اجڑ نہ جائیں گے

یہ چاند اور یہ کنارے اجڑ نہ جائیں گے

ستارہ وار شعاعیں لٹا بھی بھی جا سلمیٰ

بہار بیتنے والی ہے آ بھی جا سلمیٰ

غموں پہ کی ہیں فدا شادمانیاں ہم نے

خدا کے نام پہ تج دیں جوانیاں ہم نے

گزار دی ہیں یوں ہی زندگانیاں ہم نے

دم اخیر تو غم سے چھڑا بھی جا سلمیٰ

بہار بیتنے والی ہے آ بھی جا سلمیٰ

فنا نصیب ہیں یہ سبزہ زار کے منظر

یہ کوہسار دل جوئبار کے منظر

نظر نہ آئیں گے پھر یہ بہار کے منظر

ابھی سماں ہے بہاریں دکھا بھی جا سلمیٰ

بہار بیتنے والی ہے آ بھی جا سلمیٰ

خبر لے جلد کہ بہکی ہوئی بہار ہے آج

نشاط خلد سے معمور سبزہ زار ہے آج

اجل پہ بھی مری ہستی کو اختیار ہے آج

غرور عشق کی ہمت بڑھا بھی جا سلمیٰ

بہار بیتنے والی ہے آ بھی جا سلمیٰ

تو حکم دے تو ستاروں کو چھین لاؤں میں

فلک سے اس کے نظاروں کو چھین لاؤں میں

ارم کی مست بہاروں کو چھین لاؤں میں

خدائی کو یہ تماشا دکھا بھی جا سلمیٰ

بہار بیتنے والی ہے آ بھی جا سلمیٰ

تو سامنے ہو تو کون و مکاں کو گم کر دوں

خم طرب میں خم آسماں کو گم کر دوں

دوئی ہو فرد تو دونوں جہاں کو گم کر دوں

برنگ روح بدن میں سما بھی جا سلمیٰ

بہار بیتنے والی ہے آ بھی جا سلمیٰ

# آرزو وصل کی رکھتی ہے پریشاں کیا کیا

آرزو وصل کی رکھتی ہے پریشاں کیا کیا

کیا بتاؤں کہ مرے دل میں ہیں ارماں کیا کیا

غم عزیزوں کا حسینوں کی جدائی دیکھی

دیکھیں دکھلائے ابھی گردش دوراں کیا کیا

ان کی خوشبو ہے فضاؤں میں پریشاں ہر سو

ناز کرتی ہے ہوائے چمنستاں کیا کیا

دشت غربت میں رلاتے ہیں ہمیں یاد آ کر

اے وطن تیرے گل و سنبل و ریحاں کیا کیا

اب وہ باتیں نہ وہ راتیں نہ ملاقاتیں ہیں

محفلیں خواب کی صورت ہوئیں ویراں کیا کیا

ہے بہار گل و لالہ مرے اشکوں کی نمود

میری آنکھوں نے کھلائے ہیں گلستاں کیا کیا

ہے کرم ان کے ستم کا کہ کرم بھی ہے ستم

شکوے سن سن کے وہ ہوتے ہیں پشیماں کیا کیا

گیسو بکھرے ہیں مرے دوش پہ کیسے کیسے

میری آنکھوں میں ہیں آباد شبستاں کیا کیا

وقت امداد ہے اے ہمت گستاخی شوق

شوق انگیز ہیں ان کے لب خنداں کیا کیا

سیر گل بھی ہے ہمیں باعث وحشت اخترؔ

ان کی الفت میں ہوئے چاک گریباں کیا کیا

# دل میں خیال نرگس جانانہ آ گیا

دل میں خیال نرگس جانانہ آ گیا

پھولوں سے کھیلتا ہوا دیوانہ آ گیا

بادل کے اٹھتے ہی مے و پیمانہ آ گیا

بجلی کے ساتھ ساتھ پری خانہ آ گیا

مستوں نے اس ادا سے کیا رقص نو بہار

پیمانہ کیا کہ وجد میں مے خانہ آ گیا

اس چشم مئےفروش کی تاثیر کیا کہوں

ہونٹوں تک آج آپ ہی پیمانہ آ گیا

معلوم کس کو قیس کی دیوانگی کی شان

ہنگامہ سا بپا ہے کہ دیوانہ آ گیا

اخترؔ غضب تھی عہد جوانی کی داستاں

آنکھوں کے آگے ایک پری خانہ

# کچھ تو تنہائی کی راتوں میں سہارا ہوتا

کچھ تو تنہائی کی راتوں میں سہارا ہوتا

تم نہ ہوتے نہ سہی ذکر تمہارا ہوتا

ترک دنیا کا یہ دعویٰ ہے فضول اے زاہد

بار ہستی تو ذرا سر سے اتارا ہوتا

وہ اگر آ نہ سکے موت ہی آئی ہوتی

ہجر میں کوئی تو غمخوار ہمارا ہوتا

زندگی کتنی مسرت سے گزرتی یا رب

عیش کی طرح اگر غم بھی گوارا ہوتا

عظمت گریہ کو کوتاہ نظر کیا سمجھیں

اشک اگر اشک نہ ہوتا تو ستارا ہوتا

لب زاہد پہ ہے افسانۂ حور جنت

کاش اس وقت مرا انجمن آرا ہوتا

غم الفت جو نہ ملتا غم ہستی ملتا

کسی صورت تو زمانے میں گزارا ہوتا

کس کو فرصت تھی زمانے کے ستم سہنے کی

گر نہ اس شوخ کی آنکھوں کا اشارا ہوتا

کوئی ہمدرد زمانے میں نہ پایا اخترؔ

دل کو حسرت ہی رہی کوئی ہمارا ہوتا

# وعدہ اس ماہرو کے آنے کا

وعدہ اس ماہرو کے آنے کا

یہ نصیبہ سیاہ خانے کا

کہہ رہی ہے نگاہ دز دیدہ

رخ بدلنے کو ہے زمانے کا

ذرے ذرے میں بے حجاب ہیں وہ

جن کو دعوی ہے منہ چھپانے کا

حاصل عمر ہے شباب مگر

اک یہی وقت ہے گنوانے کا

چاندنی خامشی اور آخر شب

آ کہ ہے وقت دل لگانے کا

ہے قیامت ترے شباب کا رنگ

رنگ بدلے گا پھر زمانے کا

تیری آنکھوں کی ہو نہ ہو تقصیر

نام رسوا شراب خانے کا

رہ گئے بن کے ہم سراپا غم

یہ نتیجہ ہے دل لگانے کا

جس کا ہر لفظ ہے سراپا غم

میں ہوں عنوان اس فسانے کا

اس کی بدلی ہوئی نظر توبہ

یوں بدلتا ہے رخ زمانے کا

دیکھتے ہیں ہمیں وہ چھپ چھپ کر

پردہ رہ جائے منہ چھپانے کا

کر دیا خوگر ستم اخترؔ

ہم پہ احسان ہے زمانے کا

# نکہت زلف سے نیندوں کو بسا دے آ کر

نکہت زلف سے نیندوں کو بسا دے آ کر

میری جاگی ہوئی راتوں کو سلا دے آ کر

فکر فردا و غم دوش بھلا دے آ کر

پھر اسی ناز سے دیوانہ بنا دے آ کر

عشق کو نغمۂ امید سنا دے آ کر

دل کی سوئی ہوئی قسمت کو جگا دے آ کر

کس قدر تیرہ و تاریک ہے دنیائے حیات

جلوۂ حسن سے اک شمع جلا دے آ کر

عشق کی چاندنی راتیں مجھے یاد آتی ہیں

عمر رفتہ کو مری مجھ سے ملا دے آ کر

زندگی بن کے مرے دل میں سما جا سلمیٰ

موت اک پردہ ہے یہ پردہ اٹھا دے آ کر

آگ سی دل میں لگا جاتا ہے تیرا ہر خط

آ مرے خرمن ہستی کو جلا دے آ کر

تیری فرقت میں مرے شعر ہیں کتنے غمگیں

مسکراتی ہوئی نظروں سے ہنسا دے آ کر

پھر وہی ہم ہوں وہی دن ہوں وہی راتیں ہوں

عہد رفتہ کو پھر آئینہ دکھا دے آ کر

شوق نادیدہ میں لذت ہے مگر ناز نہیں

آ مرے عشق کو مغرور بنا دے آ کر

شب فرقت پہ مری ہنستے ہیں اے خندۂ نور

میرے قدموں پہ ستاروں کو گرا دے آ کر

تشنۂ حسن ہوں اے ساقی مے خانۂ حسن

اپنے ہونٹوں سے پھر اک جام پلا دے آ کر

کب تلک رونق شام اودھ اے ماہ رواں

شام لاہور کو بھی صبح بنا دے آ کر

ہو چکی سیر بہاراں کدۂ قیصر باغ

باغ لارنس میں بھی پھول کھلا دے آ کر

گومتی دیکھ چکی جلوۂ عارض کی بہار

سطح راوی کو بھی آئینہ بنا دے آ کر

تیرا رومان نیا خواب ہے اخترؔ کے لیے

آ اور اس خواب کی تعبیر بتا دے آ کر

# آؤ بے پردہ تمہیں جلوۂ پنہاں کی قسم

آؤ بے پردہ تمہیں جلوۂ پنہاں کی قسم

ہم نہ چھیڑیں گے ہمیں زلف پریشاں کی قسم

چاک داماں کی قسم چاک گریباں کی قسم

ہنسنے والے تجھے اس حال پریشاں کی قسم

میرے ارمان سے واقف نہیں شرمائیں گے آپ

آپ کیوں کھاتے ہیں ناحق مرے ارماں کی قسم

نیند آئے نہ کبھی تجھ سے بچھڑ کر ظالم

اپنی آنکھوں کی قسم تیرے شبستاں کی قسم

لب جاناں پہ فدا عارض جاناں کے نثار

شام رنگیں کی قسم صبح درخشاں کی قسم

آج تک صبح وطن یاد ہے ہم کو اخترؔ

درد ہجراں کی قسم شام غریباں کی قسم

# ان کو بلائیں اور وہ نہ آئیں تو کیا کریں

ان کو بلائیں اور وہ نہ آئیں تو کیا کریں

بے کار جائیں اپنی دعائیں تو کیا کریں

اک زہرہ وش ہے آنکھ کے پردوں میں جلوہ گر

نظروں میں آسماں نہ سمائیں تو کیا کریں

مانا کہ سب کے سامنے ملنے سے ہے حجاب

لیکن وہ خواب میں بھی نہ آئیں تو کیا کریں

ہم لاکھ قسمیں کھائیں نہ ملنے کی سب غلط

وہ دور ہی سے دل کو لبھائیں تو کیا کریں

بد قسمتوں کا یاد نہ کرنے پہ ہے یہ حال

اللہ اگر وہ یاد ہی آئیں تو کیا کریں

ناصح ہماری توبہ میں کچھ شک نہیں مگر

شانہ ہلائیں آ کے گھٹائیں تو کیا کریں

مے خانہ دور راستہ تاریک ہم مریض

منہ پھیر دیں ادھر جو ہوائیں تو کیا کریں

راتوں کے دل میں یاد بسائیں کسی کی ہم

اخترؔ حرم میں وہ نہ بلائیں تو کیا کریں

# ہر ایک جلوۂ رنگیں مری نگاہ میں ہے

ہر ایک جلوۂ رنگیں مری نگاہ میں ہے

غم فراق کی دنیا دل تباہ میں ہے

کسی کی یاد کرم اف ارے معاذ اللہ

تباہ ہو کے بھی ظالم دل تباہ میں ہے

ہزار پردوں میں او چھپنے والے یہ سن لے

ترا جمال مرے دامن نگاہ میں ہے

جہاں میں مجھ سے بھی ناکام آرزو کم ہیں

نہ رنگ آہ میں ہے اور نہ سوز آہ میں ہے

# وہ کبھی مل جائیں تو کیا کیجئے

وہ کبھی مل جائیں تو کیا کیجئے

رات دن صورت کو دیکھا کیجئے

چاندنی راتوں میں اک اک پھول کو

بے خودی کہتی ہے سجدہ کیجئے

جو تمنا بر نہ آئے عمر بھر

عمر بھر اس کی تمنا کیجئے

عشق کی رنگینیوں میں ڈوب کر

چاندنی راتوں میں رویا کیجئے

پوچھ بیٹھے ہیں ہمارا حال وہ

بے خودی تو ہی بتا کیا کیجئے

ہم ہی اس کے عشق کے قابل نہ تھے

کیوں کسی ظالم کا شکوہ کیجئے

آپ ہی نے درد دل بخشا ہمیں

آپ ہی اس کا مداوا کیجئے

کہتے ہیں اخترؔ وہ سن کر میرے شعر

اس طرح ہم کو نہ رسوا کیجئے

# یوں تو کس پھول سے رنگت نہ گئی بو نہ گئی

یوں تو کس پھول سے رنگت نہ گئی بو نہ گئی

اے محبت مرے پہلو سے مگر تو نہ گئی

مٹ چلے میری امیدوں کی طرح حرف مگر

آج تک تیرے خطوں سے تری خوشبو نہ گئی

کب بہاروں پہ ترے رنگ کا سایہ نہ پڑا

کب ترے گیسوؤں کو باد سحر چھو نہ گئی

ترے گیسوئے معنبر کو کبھی چھیڑا تھا

میرے ہاتھوں سے ابھی تک تری خوشبو نہ گ